© rasailojaraid.com

○ امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے فلسفے اور علوم و معارف کے مطالعہ و تحقیق کے لیے بیت الحکمت کے نام سے انہوں نے جو ایک ادارہ قائم کیا تھا۔ اگرچہ اس کا علمی مرکز جامعہ ملیہ دہلی میں تھا لیکن اس کا عملی مرکز دار الارشاد دگوٹھ پیر جھنڈا میں قائم کیا اور پھر اس کے تحت ایک ذیلی مرکز کراچی کے مدرسہ مظہر العلوم اسلام آباد (محلہ کھڈہ) میں قائم کیا۔ دوسرے مراکز دین پور اور لاہور میں تھے۔ نیز شاہ ولی اللہؒ کے علوم و معارف کے نشر و اشاعت کے لیے بیت الحکمت کے دائرہ کار میں جو ادارہ قائم کیا اس کا ایک مرکز کراچی کو قرار دیا، دوسرا مرکز لاہور قرار پایا۔

○ آخر دورۂ حیات میں جب انہوں نے جمنا، نربدا، سندھ ساگر پارٹی کے نام سے ایک سیاسی جماعت بنائی تو اس کا پہلا میدانِ عمل اور پہلا مرکز کراچی کو قرار دیا۔

○ سندھ میں انہوں نے تحریکِ حریت کو پروان چڑھایا اور کاروانِ حریت کو منظم کر کے عملی سیاست کے میدان میں اسے رواں دواں کیا۔

○ سندھ کے صاحبِ استعداد نوجوانوں کی فلسفہ ولی اللہی کے مطابق تعلیم و تربیت کا بیڑہ اٹھایا اور سندھ سے جہالت دور کرنے اور اسے خطۂ علوم و معارف بنا دینے کی کوشش کی۔

○ سندھی زبان کو دینی علوم و معارف اور انقلابی افکار سے مالا مال کر دیا اور شاہ ولی اللہؒ کے فلسفے کے مطابق علوم و تفسیر قرآن کے سلسلے میں اپنے افادات کے ایک بڑے ذخیرے کو مرتب کروا دیا۔

○ جلاوطنی سے واپسی کے بعد انہوں نے سندھ کو اپنے سیاسی خیالات کی تجربہ گاہ بنانے کا فیصلہ کیا تھا وہ چاہتے تھے کہ سندھ میں ان کے اصولوں کے مطابق ایک ایسی حکومت قائم ہو جائے جو ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی لئے مثالی ثابت ہو۔

○ مولانا علیہ الرحمہ سندھ کو معاشی، سیاسی، تعلیمی غرضیکہ ہر لحاظ سے ایک ایسا خوشحال اور ترقی یافتہ صوبہ دیکھنا چاہتے تھے جو دوسرے صوبوں کے لئے مثال ہو اور اس بات کے لیے وہ صرف خواہش مند ہی نہ تھے، اس کے لیے وہ ایک مستقل پروگرام رکھتے تھے۔ مولانا مرحوم نے یہ پروگرام جلاوطنی سے سندھ واپس آنے کے فوراً بعد بنا لیا تھا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور ۲۳ر جون ۱۹۳۹ء کو جمعیتہ علمائے صوبہ بنگال کے خطبہ صدارت میں پیش بھی کر دیا تھا۔ اس کے بعد ۱۲ر جولائی ۱۹۴۰ء کو ٹھٹھہ ضلع کانگریس کمیٹی کانفرنس کے خطبہ افتتاحیہ میں اس پروگرام پر روشنی ڈالی۔ اس کے علاوہ متعدد تقریروں اور تحریروں میں اس کی طرف اشارات کیے ہیں۔

اِلْہَامُ الرَّحْمٰنِ فِی تَفْسِیْرِ الْقُرْاٰنِ (عربی)

تالیف

مولانا امام عُبیداللہ سندھیؒ

جلد دوم ۶/۵۰

ملنے کا پتہ:۔ شاہ ولی اللہ اکیڈمی، حیدرآباد، سندھ

افادات و ملفوظات

مولانا عبیداللہ سندھیؒ

مرتبہ

محمد سرور

قیمت:۔ اٹھارہ روپے (-/18)

ملنے کا پتہ:۔ سندھ ساگر اکادمی۔ چوک مینار۔ انارکلی۔ لاہور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جناب ڈاکٹر محمد ریاض

حضرت میر سید محمد ہمدانی

فرزندِ شاہ ہمدان کی دینی خدمات

حضرت سیّد محمد، حضرت امیر کبیر، علی ثانی. میر سید علی ہمدانی جنھیں برِ صغیر میں خصوصاً شاہ ہمدان یا حواریٔ کشمیر کے القاب سے بھی یاد کرتے ہیں کے اکلوتے صاحبزادے تھے۔ معاصر اور متاخر بزرگوں بشمول حضرت سید نعمت اللہ ولی کرمانی[1]، حضرت شاہ ولی اللہ[2] اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز[3] نے حضرت شاہ ہمدان کے مقامات اور ہمہ گیر خدمت کو سراہا ہے۔ علامہ اقبال کے بیان کردہ مناقب "گفتارِ اقبال" (صفحہ ۱۷۵) اور "جاوید نامہ" (صفحہ ۱۸۵ بہ بعد) میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آٹھویں صدی ہجری / چودھویں صدی عیسوی میں انگشت شمار علماء اور صوفیہ نے حضرت موصوف کے پائے کی تبلیغی اور متنوع دینی خدمات انجام دی ہیں۔ ان کے والد امجد نے وادیٔ جموں و کشمیر میں مشارٌ الیہ کی خدمات کے تکامل کی جس طرح سعی فرمائی ہمارا یہ شذرہ اس کا ایک اجمالی تعارف پیش کرے گا۔

---

[1] ابن الکربلائی: روضات الجنان وجنات الجنان، تہران جلد دوم روضہ ۸

[2] الانتباہ فی سلاسل الاولیاء: ذکر اوراد فتحیہ [3] ملفوظات حضرت شاہ عبدالعزیزؒ طبع دہلی۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ ہمدان (۷۱۴ تا ۷۸۶ھ / ۱۳۱۴ تا ۱۳۸۴ء) نے اپنی روحانی تربیت اور سالکانہ سیاحت کے بعد ۷۵۳ ہجری میں تقریباً چالیس سال کی عمر میں ہمدان کی ایک سیّدزادی سے ازدواج کیا تھا۔ آپ کے ایک صاحبزادی پیدا ہوئی تھی، جو ان کے عزیز ترین مرید اور خلیفۂ طریقت شیخ خواجہ اسحاق علیشاہی ختلانی (م ۸۲۶ھ) کے عقد میں آئی تھیں[۵۱]۔ صاحبزادی کا نام اور ان کی زندگی کی جزئیات نامعلوم ہیں مگر قیاس کہتا ہے کہ وہ سید محمد سے بڑی تھیں اور ان کی ولادت گاہ ہمدان تھی۔

مولانا نورالدین جعفر بدخشی (م ۷۹۷ھ) کا خلاصۃ المناقب مظہر ہے کہ شاہ ہمدان ۷۷۳ھ تک ہمدان سے تاجیکستان کے علاقہ ختلان میں جسے آج کل کولاب (روسی تلفظ کی رُو سے کلیاب) کہتے ہیں، منتقل ہو چکے تھے۔ ان کے ساتھ کئی ہمدانی سادات بھی وہاں آ بسے تھے۔ وہاں آپ نے اپنی زرِ خرید وسیع زمین کو وقف قرار دیا، عظیم مدرسہ اور خانقاہ تعمیر کروائی۔ نیز اپنی آخری آرام گاہ کے لیے جگہ متعین کروائی تھی۔ حضرت سید محمد ۷۷۴ھ میں بظاہر وہیں پیدا ہوئے۔ یہ وہ سال ہے جس میں شاہ ہمدان نے تیمور اور آل تیمور کی سفاکیوں کے خلاف زبان کھولنے کے جرم میں ایک عظیم قافلۂ سادات کے ساتھ وادیٔ جموں و کشمیر کی طرف نقل مکانی فرمائی ہے[۵۲]۔ ختلان (کولاب) سے چونکہ آپ کا خانۂ دوم کا سا تعلق تھا اس لیے آپ کے بچے وہیں رہے آپ وادیٔ کشمیر اور اس کے نواح میں دعوت و ارشاد کی کوششوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے اکثر ختلان لوٹ آتے تھے۔ آپ نے پانچ سال کشمیر میں گزارے اور اتنے ہی سال بلتستان (تبتِ

---

[۵۱] ڈاکٹر استخری: اصولِ تصوف (تہران) ذکر میر سید علی ہمدانی

[۵۲] کشمیر (انگریزی) جلد اول میں سلطان سکندر کے عہد (۸۰۱ ہجری) میں ان کا امیر تیمور کے لیے سفیر حسین نیت بنایا جانا (دہلی جانے کی خاطر) بظاہر کسی دوسرے کے نام کا التباس ہے۔ صفحہ ۱۴۵

[۵۳] مناقب شاہ ہمدان اور تصوف کی عمدہ بحثوں پر مبنی کتاب جس کا ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے میں بھی موجود ہے۔

[۵۴] ملاحظہ ہو راقم الحروف کا مقالہ مجلہ پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی۔ شمارہ جولائی ۱۹۷۰ء میں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صغیر) اور گلگت وغیرہ میں۔ آپ کی ہجرت کشمیر کے بعد کا باقی ماندہ عرصہ ختلان میں گزرا ہے۔
بنابریں، آپ کی ہجرت کے باوجود سید محمد پدرانہ شفقت اور راہنمائی سے بہرہ مند رہے ہیں۔

تعلیم و تربیت

سید محمد نے تعلیم و تربیت میں اپنے عظیم والد کے باکمال ارادت مندوں شیخ خواجہ اسحاق ختلانی، مولانا محمد سرائی خراسانی اور مولانا نورالدین جعفر بدخشی وغیرہم سے بھرپور استفادہ کیا۔ ختلان کی جامع مسجد، خانقاہ اور مدرسہ میں متعین کئی فضلا آپ پر نظر رکھتے تھے۔ عربی اور فارسی زبانیں اور متداول علوم و فنون سیکھنے کے بعد آپ نے باطنی سیر و سلوک کے مراحل طے فرمائے۔

باپ کی وصیت اور تکمیل سیرت

حضرت شاہ ہمدان نے کشمیر سے ختلان (کولاب) جاتے ہوئے پاکستان و افغانستان کی سرحد کے قریب کونٹر کے نواحی علاقے پکھلی میں انتقال فرمایا اور وصیت کے مطابق مریدان کی بابرکت نعش ختلان لے آئے تھے۔ مرض الموت میں آپ نے اپنے ایک رفیقِ سفر مولانا محمد سرائی خراسانی کو خلافت کے اجازت نامے اور وصیت پر مبنی ملفوف کاغذات حوالہ کیے تھے کہ انھیں ختلان میں خواجہ اسحاق ختلانی یا مولانا جعفر بدخشی کو دے دیں۔ مولانا مذکور نے تعمیل کی اور مسودات حضرت اسحاق کے حوالے کیے۔ خواجہ نے انھیں پڑھا۔ وصیت سید محمد کے حوالے کی اور خلافت کا اجازت نامہ خود پاس رکھتے ہوئے فرمایا:

"یہ دوسرے کاغذات اسی شخص کو دیئے جا سکتے ہیں جو اپنے آپ کو ان کا اہل ثابت کرے۔"

وصیت نامے میں سید محمد کے لیے تکمیل سیرت کے بارے میں ایسی ایمان پرور نصائح مرقوم تھیں جیسی بظاہر آپ نے مرض الموت کے دوران پکھلی کے حاکم کے لیے لکھی تھیں۔ ان کا لب لباب دینی و دنیوی زندگی میں تعادل اور حقوق اللہ و حقوق العباد کی مراعات ہے۔ آپ کا اجازت نامۂ خلافت شیخ اسحاق کے نام تھا۔ سید محمد ابھی بارہ برس کے تھے اور خلیفۂ مجاز نہ بن سکتے تھے۔ خواجہ اسحاق کا مندرجہ بالا ارشاد ان کی تشویق و ترغیب کی خاطر تھا کہ مراحلِ کمال جلد طے کریں اور اس کا بڑا اثر ہوا۔ ضمناً ذکر کیا جاتا ہے کہ خواجہ اسحاق بڑے مشفق اور دردِ دل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے قدردان تھے۔ تاریخ تصوف کے نادر وقائع میں سے ہے کہ آپ نے اپنے ایک مستعد اور ہونہار مرید میر سید محمد نور بخش (م ۸۶۹ ہجری جن سے فرقۂ نور بخشیہ منسوب ہے) کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی اور آپ کے جملہ مریدوں بجز میر سید عبداللہ برزش آبادی مشہدی (م ۸۷۲ھ) نے آپ کی مثال کا اتباع کیا تھا۔

میر سید محمد ہمدانی نے عنفوان جوانی سے اپنے ایک بااستعداد صاحب لیاقت شخص ہونے کا ثبوت دیا۔ وہ کبروی سلسلے میں خواجہ اسحاق کے مرید رہے اور اس طرح روحانی طور پر اپنے والد مکرم سے منسوب ہوئے۔ مولانا جعفر بدخشی نے خلاصۃ المناقب (مؤلفہ ۷۸۷ ہجری) میں آپ کے کمالات کا ذکر کرتے بوستان سعدی کا یہ معروف شعر نقل کیا ہے کہ

سعادت بہ بخشایش داور است
نہ در چنگ و بازوی زور آور است

وادیٔ جموں وکشمیر میں

سید محمد ۲۲ سال کی عمر میں ۷۹۶ھ میں کوئی تین سو ہم فکر سادات کے ساتھ وادئ جموں وکشمیر میں تشریف لائے۔ آپ کا مقصد ہجرت دعوت و استصلاح تھا۔ معاصر حاکم کشمیر حضرت شاہ ہمدان کے مرید سلطان قطب الدین کا فرزند سلطان سکندر شاہمیری تھا جو اسی سال تخت نشین ہوا تھا۔ (۷۹۶ھ تا ۸۱۶ھ)۔ دراصل سادات کی آمد سے قبل قطب الدین کا انتقال ہوچکا تھا اور اس کی بیوی ہفت سالہ بیٹے کی ولی جائز کے فرائض انجام دے رہی تھی۔ اسی سلطان کو بعد میں مسلمان مؤرخین سے کہیں زیادہ ہندو متعصب مؤرخوں نے "بت شکن" کے لقب سے یاد کیا ہے۔ اور ہم اس بے جا لقب کی علت غائی کی طرف اشارہ کریں گے۔

بہر طور سکندر سلطان کے اعیان حکومت کو قائد سادات کی آمد کا انتظار تھا اور سید محمد کا شایان شان استقبال ہوا۔ آپ نواح سرینگر میں اپنے والد کی تبلیغ گاہ میں اور دیگر سادات علاؤالدین پورہ کے محلہ سادات میں فروکش ہوئے۔ سید محمد نے تعلیم و تربیت اور ارشاد و اصلاح

سلہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معاشرہ کا پدرانہ کام شروع کیا۔ جواں سال سلطان کی دینی تربیت پر آپ کی توجہ رہی۔ سلطان کا وزیر اعظم اور امیر افواج ملک سبھا بھٹہ نامی ایک ہندو برہمن تھا جو سلطان قطب الدین کے آخری سالوں میں اس کا بھی وزیر رہا تھا۔ وہ سید محمد کی صداقت شعار شخصیت اور زورِ وعظ سے اس قدر متاثر ہوا کہ مع خاندان ان کے ہاتھ پر اسلام لے آیا اور اپنا اسلامی نام ملک سیف الدین بٹ رکھا۔ بعد میں وہ سید محمد کا خسر بھی بنا۔ آپ کی پہلی بیوی بی بی تاج خاتون کا انتقال ہوا تو وزیر نے اپنی بیٹی کو ان کے عقد میں دے دینے کی پیشکش کی جسے سید محمد نے قبول کر لیا۔ اس خاتون کا اسلامی نام بی بی بارعہ رکھا گیا اور ان کا مزار چرارِ شریف سڑک پر سرینگر سے پانچ میل کے فاصلے پر موجود ہے۔ ملک سیف الدین بٹ کے بارے میں بعد کی سطور سے واضح ہو جائے گا کہ وہ واقعتاً اپنے نام کے مطابق "تلوارِ دین" ایسا ثابت ہوا تھا۔

شرعِ مبین کا نفاذ

سید محمد کی آمد تک وادی میں کم از کم نصف لاکھ افراد مسلمان ہو چکے تھے۔ آپ نے احتساب اور شرعِ مبین کے اوامر و نواہی کے نفاذ کے لیے مؤثر سلسلہ جنبانی شروع کی۔ مؤرخین متفق ہیں کہ آپ نے سلطان سکندر کی پوری قلمرو میں شراب کی کشید اور خرید و فروخت، رقص، قمار بازی اور سماع بالمزامیر پر قانونی پابندی لگوا دی تھی۔ آپ نے ہندو عقلاء کو رسم ستی کے نفیٔ حرمتِ انسانی کے پہلو پر توجہ دلائی اور اس پر بھی پابندی لگوا دی۔ اندازہ لگائیے کہ انگریز برصغیر میں کتنی صدیاں بعد اس پابندی کا نفاذ کر سکے ہیں۔

اوقاف و تعمیرات

مشہور ہے کہ سید محمد کے پاس تین بیش قیمت بدخشانی لعل تھے، غالباً کسی ارادت مند حاکم یا امیر زادے نے پیش کیے ہوں گے۔ یہ لعل آپ نے سلطان سکندر کو پیش کیے کہ درویش ایسے لعلوں کو کیا کریں گے۔ سلطان نے انھیں نہایت احترام و خود مندی سے قبول فرمایا اور ان کے جواب میں آپ کو تین آباد اور وسیع گاؤں اوقاف کے طور پر قبول کرنے کی التجا کی۔ مذکورہ گاؤوں کے نام وچی، مونا وفی اور ترال تھے۔ آخری گاؤں (ترال)[۵۱] کا نام تین لعلوں

---

۵۱ کشمیری میں "تر" تین اور "آل" لال یا لعل کو کہتے ہیں۔ یعنی تین لعل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

والی بات کا غماز ہے۔ سید محمد نے ان گاؤں کو اوقاف و دینی تعمیرات کی خاطر قبول کیا۔ پیر غلام حسن کو یہامی (م ۱۸۹۸ء) نے تاریخِ حسن جلد دوم میں سلطان کے فرمانِ وقف نامہ کی نقل درج کی ہے۔ ان زمینوں میں خانقاہیں، مساجد اور مہمان خانے بنوائے اور مشہور قول الوقف لایملك کے مطابق یہ وسیع و عریض زمینیں مفادِ عامہ اور اشاعت و تعلیم دین کے کام آئیں۔

سید محمد نے ۱۳۹۵ء میں وادیٔ جموں و کشمیر کے عظیم روحانی مرکز خانقاہِ معلی کو تعمیر کروانے کا منصوبہ بنایا۔ اس مقام کو مسجد شاہ ہمدان کے نام سے بھی یاد کرتے ہیں، وہ نواحِ سرینگر میں دریائے جہلم کے کنارے واقع ہے۔ حضرت شاہ ہمدان یہاں فجر کی نماز کے بعد وعظ فرماتے اور درس دیا کرتے تھے۔ اس مجلس میں سلطان قطب الدین، اس کی والدہ اور اعیان و اکابر بھی شریک ہوتے تھے۔ اسی وعظ و درس کی برکت سے آپ کے ہاتھ پر ۳۷ ہزار افراد نے اسلام قبول کیا تھا۔ سلطان سکندر نے خانقاہ معلی کے وقف نامے پر بھی دستخط ثبت کیئے تھے اور اگلے سال یہ بابرکت بقعہ تیار ہوگیا۔ اتفاقی حریق کے کئی حوادث سے دوچار ہونے کے باوجود یہ ایمان افروز مقام جزوی مرمتیوں کے ساتھ اب بھی پا برجا ہے۔ کسی کا شعر ہے ؎

مَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَی التَّقْوٰی   خانقاہِ امیرِ ہمدان است

شاہ ہمدان چونکہ جملہ باشندگانِ وادی کے نزدیک محترم ہیں اس لیے پنڈت بابو رام شریف اپنی نظم جمالِ کشمیر میں مذکورہ خانقاہ و مسجد کے بارے میں یوں منقبت خواں ہیں ؎

شہر کے قلب میں ہے مسجد شاہ ہمدان
جس سے ہر دیدۂ مسلم میں ہے نورِ عرفان
کہ درخشاں ہے ہر اک سمت کلام یزدان
خانۂ دل کو ضیا بخش چراغ ایمان

سید محمد نے وچی میں "خانقاہ والا" اور ترآل میں "خانقاہِ اعلیٰ" کے نام سے جو مراکز قائم

---

۵ سید نفیسی: تاریخ نظم و نثر فارسی در ایران و در زبان فارسی جلد ۱ صفحہ ۵۳،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کروائے وہ ابھی موجود ہیں اور ان میں علم و دین کی ترویج کی کوششیں پروان چڑھی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی سعی و تحریک سے کتنی مساجد، مدارس، خانقاہیں اور بہبود عامہ کی دیگر عمارات تعمیر ہوئیں۔ قابل ذکر امر ہے کہ آپ نے ان علاقوں میں بھی اوقاف و تعمیرات کا جال بچھوایا اور اشاعتِ اسلام کی مساعی فرمائیں جو اب حکومتِ آزاد کشمیر کا حصہ ہیں۔ ان امور کی تفصیل تاریخ حسن جلد دوم میں مذکور ہے۔ کسی شاعر نے حضرت میر سید محمد ہمدانی کی توصیف میں کہا ہے ؎

ولدِ امجد حضرت امیر کبیر داد دین را رواج در کشمیر
شد ز نو مسلماں چناں کثرت کز تماشاش حشر برد حسرت

اعتدال اور مذہبی روا داری

حضرت سید محمد خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَاطُھَا کے مطابق اعتدال پسند اور انتہا پسندی کے خلاف تھے۔ کئی علماء اور صوفیہ (مثلاً سید محمد حصاری) نے بربنائے حسد ان کی مخالفت کی مگر آپ نے اپنے ضروری دفاع کے علاوہ کسی سے کوئی تعرض نہ کیا۔ آپ مذہبی روا داری پر بہت بنجات عمل پیرا تھے۔ آپ سلطان سکندر اور اس کے پرجوش اور نومسلم وزیر اعظم ملک سیف الدین بٹ کو بار بار لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ الخ کی حکمتیں سمجھایا کرتے اور حکمت و موعظت کے انداز میں دعوت الی الحق کی تلقین فرماتے۔

ایک ضمنی ضروری بحث

سلطان سکندر نے چوبیس برس حکومت کی جس میں آٹھ سال اُس کی صغر سنی کا دور شامل ہے۔ اس دور کے بارے میں متعدد ہندو مؤرخوں نے تعصب کی بناء پر مشہور کر رکھا ہے کہ مذہبی عدم روا داری کا دور دورہ رہا، غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا جاتا رہا اور ان کے مذہبی شعائر کی بے حرمتی کی گئی۔ اس معاملے میں حضرت شاہ ہمدان اور حضرت سیّد محمد کی تعلیمات اور سلطان سکندر کی پالیسیوں کو بدنیتی کی بنیاد پر ہدفِ تنقید بنایا جاتا رہا ہے۔

حضرت شاہ ہمدان عدم رواداری یا فرقہ وارانہ ذہنیت کی تعلیم دینے سے بہت بالاتر تھے۔ رسالہ الناسخ والمنسوخ فی القرآن المجید (عربی، مخطوطہ) اور دیگر کتب و رسائل میں

© rasailojaraid.com